معین الدین عقیل

''اسرارِخودی'' کی تازہ اشاعت

اس سے قطع نظر کہ اقبالؔ نے اپنی فکر اور اپنے فلسفے کا ایک گوشہ، ایک مکمل جامعیت کے ساتھ — اپنی مثنوی ''اسرارِخودی'' میں سمو دیا تھا — اور یہ مثنوی اقبال کو ایک شاعر کے ساتھ ساتھ ایک مفکر کی حیثیت سے باقاعدہ متعارف کرانے کا وسیلہ بنی، مجھے ''اسرارِخودی'' سے ذاتی طور پر دلچسپی کچھ یوں بھی رہی کہ اس کی اولین اشاعت (۱۹۱۵ء) کا ایک نسخہ — جس پر اقبال کے دستخط بھی موجود ہیں، میرے ذخیرۂ کتب میں ایک متاعِ خاص کی حیثیت سے محفوظ ہے۔ اس مثنوی کی ان دونوں نسبتوں کے باوصف، اس مثنوی پر جو کچھ لکھا جاتا رہا اور اس کے جو ترجمے شائع ہوئے — میں انہیں جمع کرتا رہا ہوں۔ چناں چہ میں سعید اختر درانی صاحب کی اس کاوش کے تعلق سے نہ صرف (آر۔ اے) نکلسن کے ترجمے کو بلکہ اس ترجمے پر اقبال کی تصحیحات اور ترمیمات کی ترتیب و تعارف کا یہ کام، جسے سعید اختر درانی صاحب نے انجام دیا ہے — اور ان سے قبل یہی کام پروفیسر (اے۔ جے) آربری نے — درانی صاحب کے پیش رو کے طور پر آج سے نصف صدی قبل ۱۹۵۲ء میں انجام دیا تھا، دیکھنے اور تقابلی جائزہ لینے کی کچھ کوشش کر سکا ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ نکلسن کا ترجمہ، اپنی اولین اشاعت (۱۹۲۰ء) کے بعد، جس پر اقبال نے تصحیح و ترمیم کی اور یہ نکلسن کی قدرے نظرِ ثانی کے بعد ۱۹۴۰ء میں دوبارہ شائع ہوا، پھر ۱۹۷۶ء تک کم از کم مزید آٹھ مرتبہ شائع ہوا ہے۔ اس مثنوی کے ترجمے، بہ شمول اردو، اگرچہ دیگر متعدد زبانوں میں بھی شائع ہوئے ہیں، لیکن انگریزی میں نکلسن کا ترجمہ اس حد تک مکمل اور جامع سمجھا گیا کہ — صرف ایک استثنیٰ سے قطع نظر کہ عبدالرحمان طارق نے بھی ۱۹۷۶ء میں ایک انگریزی

ترجمہ Secrets of Ego کے عنوان سے لاہور سے شائع کروایا، مگر خود عنوان میں Self کی جگہ Ego کے استعمال کو دیکھ کر فکرِ اقبال کی روشنی میں اور ساتھ ہی نکلسن کے ترجمے کے مقابلے میں اس کے معیار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اقبالؔ کو یقیناً احساسِ افتخار رہا ہوگا کہ ان کے ایک استاد نے اور اپنے وقت کے ایک ممتاز مستشرق نے — جس نے مولانا روم کی مثنوی کا اپنے وقت میں سب سے معیاری متن مرتب کر کے اور اسلامی تصوف کو اپنے تخصیصی مطالعہ کا موضوع بنا کر دنیائے علم و ادب میں ایک مقام حاصل کر لیا تھا، ان کا مثنوی کا ترجمہ کیا ہے۔ خود نکلسن کے نام ان کے ایک مکتوب (مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۲۲ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی دنیا میں نکلسن کے ''اسرارِ خودی'' کے ترجمے کی مقبولیت اور پذیرائی سے وہ خاصے مسرور تھے۔ لیکن وہ اس ترجمے سے مطمئن بھی نہ تھے۔ چناں چہ خواجہ غلام السیدین کے نام اپنے ایک مکتوب (مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء) میں، ایک دو مقامات کی نشان دہی کر کے، جن کی طرف سے سعید اختر درانی صاحب نے بھی اپنے پیش لفظ میں اشارہ کیا ہے۔ اقبالؔ نے نکلسن کے ترجمے کو غلط قرار دیا ہے اور مزید اغلاط کا بھی ذکر کیا ہے! اس طرح موقع ملنے پر انہوں نے نکلسن کے ترجمے کے متن پر کہیں تصحیح کی کہیں ترمیم کی اور کہیں اپنے مفہوم کے بہتر ابلاغ کے لیے وضاحت اور تشریح سے بھی کام لیا اور ساتھ ہی مشورے بھی تجویز کیے۔ لہٰذا نکلسن نے، اپنے ترجمے کی دوسری اشاعت کے موقع پر اقبالؔ کی ترامیم اور تصحیحات کو ملحوظ رکھا، لیکن متعدد مقامات پر انہیں نظر انداز بھی کر دیا! ایسا اختلافِ رائے کی بنیاد پر بھی ہو سکتا ہے اور نکلسن کی بے نیازی کے باعث بھی — جس کی طرف سعید اختر درانی صاحب نے بھی اشارہ کیا ہے۔

اقبال کو یہ احساس رہا ہوگا کہ وہ شاعر ہیں اور ابلاغ ان کا مسئلہ ہے۔ فارسی اور انگریزی دونوں زبانوں پر انہیں بھی عبور حاصل تھا اور ان دونوں زبانوں سے ان کا رشتہ اسی طرح کا تھا، جیسا نکلسن کا تھا۔ چناں چہ نکلسن کا ان کی تصحیحات یا مشوروں کو قبول نہ کرنا — ان کے لیے تاسف کا سبب بنا۔

یہاں ایک سوال بھی پیدا ہوتا ہے — اور جو سعید اختر درانی صاحب اور دیگر ماہرینِ اقبالیات کی توجہ کا طلب گار بھی ہے کہ آخر اقبال نے نکلسن کے ترجمے پر تصحیح اور ترمیم کب کی؟ نکلسن کے ترجمے کا دوسرا ایڈیشن، ترمیم و نظرِ ثانی کے بعد، بہ ظاہر اقبال کی رحلت کے دو سال بعد، ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا۔ اسے اقبال نہ دیکھ سکے۔ خواجہ غلام السیدین کے نام اقبال کا مذکورہ خط (۱۱ر ستمبر ۱۹۳۷ء) کا تحریر کردہ ہے، جس میں وہ گلہ کر رہے ہیں کہ نکلسن نے بعض مقامات پر فاش غلطیاں کیں اور ان کے مشوروں کو قبول نہ کیا۔ سوال یہ ہے کہ اقبال کو کیسے پتا چلا کہ نکلسن نے ان کی تصحیحات کو شامل نہیں کیا یا قبول نہیں کیا؟ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اقبال نے ترجمے کی اشاعتِ اوّل سے قبل نکلسن کو مشورہ دیا ہو۔ کیوں کہ ان کی تصحیحات اور مشورے تو اشاعت اوّل کے مطبوعہ نسخے پر ہیں۔ اگر اشاعتِ اوّل سے پہلے انہوں نے یہ مشورے دیے تھے تو پھر وہ اشاعت کے بعد دوبارہ کیوں دیتے؟ یہ ایک دو امور سعید اختر درانی صاحب کی مزید توجہ کے مستحق تھے — اور ہیں۔

نکلسن کا انتقال ۱۹۴۵ء میں ہوا۔ ان کے انتقال سے کوئی دو سال قبل فروری ۱۹۴۳ء میں ان کے ترجمے کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ یہ نسخہ بھی میرے ذخیرے میں موجود ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ اقبال پر مرتبہ تمام کتابیات — اور خود سعید اختر درانی صاحب کے پیش لفظ میں ۱۹۴۴ء کے ایڈیشن کا حوالہ تو ملتا ہے — لیکن فروری ۱۹۴۳ء کے ایڈیشن کا کوئی ذکر نہیں! اس ایڈیشن میں کوئی تبدیلیِ متن نظر نہیں آتی۔ سوائے اس کے کہ — جیسا سعید اختر درانی صاحب نے نشان دہی کی ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں لاہور کے ناشر نے اقبال کے نام کے ساتھ لاہور کا لاحقہ استعمال نہیں کیا، لیکن ۱۹۴۳ء کے ایڈیشن میں لاہور پھر اقبال کے نام کے ساتھ موجود ہے!

طباعت کے دوران پروف خوانی یا تصحیح میں عدمِ احتیاط بالعموم یہاں عام ہے۔ چناں چہ سعید اختر درانی صاحب کی اہتمامِ صحت کی کوششوں کو بھی اس سے کہاں مفر ہو سکتا تھا۔ کسی جانب سے سہو کے باعث نکلسن کے متن میں اقبال کی تصحیح موجود ہونے کے باوجود سطر ۶ اور ۹۷ درانی صاحب کے تجزیے سے محروم رہ گئیں! جب کہ خود آربری کے نوشتوں سے سطر نمبر ۴۸۸، ۴۳۷،

۱۴۹۹ اور ۱۶۶۵ پر اقبال کی تحریر شدہ تصحیحات محو ہو گئیں!

ان امور سے قطعِ نظر— سعید اختر درانی صاحب کی یہ کاوش اقبالیات کے ذخیرے میں ایک اہم اور مفید اضافہ ہے کہ اب ''اسرارِ خودی'' کے تعلق سے خود اقبال کا مطمحِ نظر اور مقصود درست مطالب اور اصل مفاہیم کے ساتھ متعین ہو سکتا ہے۔ اور ممکن ہے اس اختلافِ متن کی نشان دہی کے باوصف کہیں کسی مقام پر موجود ابہام اور اشکال بھی دور ہو جائیں اور فکرِ اقبال کی تشریح و توضیح میں— خود اقبال کے نقطۂ نظر کے مطابق— مدد مل سکے اور اقبال کی فکر یا ان کے اظہار و اسلوب کا حقیقی مفہوم اجاگر ہو جائے۔ چناں چہ جہاں خود ''اسرارِ خودی'' کی تخلیق اقبال کی فکر کے تعارف کا بنیادی وسیلہ اور فکرِ اقبال کی تعبیر میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے— اور پھر نکلسن کا ترجمہ مغرب کی علمی دنیا میں فکرِ اقبال کے اوّلینہ تعارف کا ذریعہ بنا— سعید اختر درانی صاحب کی محنت و جستجو آربری کے کام کو آگے بڑھانے اور مطالعۂ اقبال کے ضمن میں ''اسرارِ خودی'' کی تفہیم و تعبیر میں ایک ناگزیر وسیلے اور ماخذ کا کام دے گی۔ اقبالیات سے درانی صاحب کی والہانہ اور مخلصانہ وابستگی اور مستقل محنت و جستجو حیاتِ اقبال کے قیامِ یورپ کے متعدد مخفی گوشوں کو اجاگر کرنے اور متعدد خلا کو پُر کرنے کا سبب بنی ہیں— یہ سب لائقِ تحسین ہیں۔

☆☆☆